QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

ماضی کی مسلم حکومتیں: زوال کے اسباب اور عصری معنویت

Muslim Dynasties Historic Reasons of decline and current Scenario

Dr. Salma Mahmood

Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, LCWU, Lahore. Email: dr.salmamahmood@gmail.com

Rise and fall is an integral part in the history of nations. The history of the Muslim Ummah is unique in the sense that Islam soon spread to four continents and apart from the rise and fall of governments; Muslims included some regions in their empire where they were the minority. It is a proof of the great tolerance of the Muslims that there has never been a region where a Muslim government has gained a majority after coming to power. However, the research is on what was the reason for some areas that were permanently excluded from Muslim rule the history of the last two thousand years is reviewed, this fact is as clear as day, whether it is Asia or Africa, Spain or India, Muslim or non-Muslim, the fall of large, stable and durable dynasties is a tragedy. There are some general reasons for the fall of the government, in which no one can escape. In this article, while discussing the general causes of decline, we will discuss the specific causes of the decline of Muslim dynasties. Because if we want to reform the situation, and with compassion and sincerity, we are asking for revival for the Ummah Muhammadiyah then it is necessary that we first look at ourselves and carefully examine the causes of decline in order to correct us so that further tragedies can be avoided

Keywords: Muslim governments, decline, historical analysis, contemporary relevance, political instability, economic weakness, social factors, introspection.

تعارف:

اگر پچھلی دو ہزار سالہ تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ ایشیا ہو یا افریقہ، ہسپانیہ ہو یا ہندوستان، مسلمان یا غیر مسلم، بڑی بڑی مستحکم اور پائیدار حکومتوں کا زوال عبرتناک ہوتا ہے اور ہر حکومت کے زوال کے کچھ عمومی

اسباب ہیں جس میں کافر و مسلم کسی کو استشناء و تخصیص نہیں۔ اور کچھ اسباب ہر جگہ، وقت، موقع و محل کی مناسبت سے خصوصی و انفرادی ہیں۔ ہر کمال کی زوال ہی حقیقت ہے۔ اور: کل من علیھا فان [1] تؤتی الملک لمن تشاء و تنزع الملک لمن یشاء[2]

بلاشبہ زوال کا عمل ہر قوم اور ہر نظامِ حکومت کا لازمی حصہ ہے۔ جہاں تک مسلم حکومتوں کا تعلق ہے، ان کے زوال کے عمومی اسباب کے ساتھ ساتھ مخصوص اسباب بھی موجود ہیں جو ہر خطے، وقت اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوسکتے ہیں۔ اس مقالے میں ہم ان عمومی اور خصوصی اسباب پر بات کریں گے، تاکہ موجودہ دور میں امت مسلمہ اپنی غلطیوں سے سبق سیکھ کر اصلاح احوال کر سکے اور کسی بڑے نقصان سے بچا جاسکے۔

جوازِ موضوع:

قصہ مختصر ہم اس تحریر میں زوال کے عمومی اسباب پر بات کرتے ہوئے مسلم حکومتوں کے خصوصی اسباب زوال کو زیرِ بحث لائیں گے۔ کیونکہ اگر آج ہم اصلاح احوال چاہتے ہیں، دردمندی اور اخلاص کے ساتھ امت محمدیہ ﷺ کے لیے نشاط ثانیہ کے طلب گار ہیں تو ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنے دامن میں جھانکیں اپنی کمزوریوں کی اصلاح کے لیے اسبابِ زوال کا باریک بینی سے جائزہ لیں تاکہ کسی مزید سانحہ سے بچا جاسکے۔

زوال کی اقسام:

اگر حکومتوں کے خاتمہ اور سیاسی زوال کی بات کی جائے تو اس کے اسباب بڑے ہمہ گیر ہوتے ہیں مثلاً دینی اسباب، سیاسی اسباب، معاشی اسباب، اخلاقی اسباب اور معاشرتی و تہذیبی اثرات وغیرہ۔ کچھ اثرات داخلی ہوں گے کچھ خارجی۔ کچھ خرابیاں اور عواملِ زوال عامۃ الناس سے تعلق رکھتے ہوں گے اور کچھ طبقہء اشراف و صاحبِ اقتدار سے۔ قوموں اور حکومتوں کے زوال کے قرآنی فلسفہ کو زیر بحث لانا میرے موضوع بحث سے خارج ہے یہاں محض فہمِ عامہ کے لیے محض کچھ تاریخی، عمرانی و سیاسی اسباب سے متعلقہ حقائق کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں۔

i) **دینی و مذہبی اسباب:** قومِ مسلم کا دینی انحراف ہمیشہ ان کے سیاسی و حکومتی زوال کا باعث بنتا رہا ہے۔ قرآن کی تعلیمات سے بے اعتنائی بھی زوالِ مسلم میں اہم پیمانے کی حیثیت حاصل ہے۔ سقوطِ بغداد کی ایک بڑی وجہ ابنِ علقمی کی فرقہ وارانہ عصبیت تھی۔ دینی تکبر، مذہبی انتہا پسندی، جنونیت، مسلک پرستی نے عمومی طور پر تاریخ یورپ اور عیسائی حکومتوں کے زوال میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور اصول یہی ہے اگر کوئی قوم نازیوں اور صہیونیوں کی طرح مذہبی یا نسلی جنون اختیار کرے گی وہ باذنہ تعالیٰ ضرور زوال کا سامنا کرے گی۔

ii) **سیاسی اسباب:** اقوامِ خارجیہ کے حملے، طاقتور حملہ آور، نااہل جانشین، نکمے مشیر، خاندانی و موروثی حکمرانی، خواتینِ حرم کی سیاست بازی، اپنے دفاع سے غفلت، آمرانہ طرز حکومت، اشرافیہ کا غیر ضروری عمل دخل اور جاہل عوام کو حقِ انتخاب دینا کسی بھی حکومت کے زوال کے سیاسی اسباب بن سکتے ہیں۔

iii) **معاشی اسباب:** زوال میں ایک اہم کردار معاشی کمزوری کا ہے۔ ماضی میں معاشی زوال حکومتوں کے دفاع میں خاطر خواہ خرابی لاتی تھی لیکن اب مستقبل میں اغیار کی معاشی غلامی مختلف قوموں کے زوال کا ایک بڑا سبب بنے گا۔

---

[1] Surah Al Rahman, 27:55

[2] Surah Aal e Imran, 3:26

iv) معاشرتی واخلاقی اسباب: قومی رویوں اور مزاج کی اجتماعی خرابیاں، جغرافیائی عوامل، اخلاقی انحطاط، عیش کوشی، فرائض سے غفلت، حرص وہوا، اغیار کی نقالی، غداری وغیرہ۔

مسلمان حکومتوں کا تعارفی مطالعہ:

دنیا میں مسلم حکومتوں کو مختلف انداز میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک علاقائی اعتبار سے، ایک زمانی مدت سے، ایک خاندانوں کے اعتبار سے۔ بہر حال تنگیٔ وقت کے پیشِ نظر مختلف خطوں میں صرف ان مسلم حکومتوں کے زوال پر مختصر بات ہو گی جہاں اقتدار ہمیشہ کے لیے امتِ مرحومہ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جن علاقوں پر کسی طاقت ور مسلمان سلطنت نے قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ از خود طاقت ور حکومتوں کی بنیاد ڈالی تھی مثلا یورپ میں ہسپانیہ اور ایشیا میں ہندوستان اور روس وچین کے زیرِ قبضہ ترکستانی علاقے وغیرہ۔ اس بحث میں حکومتِ عباسیہ کا سقوطِ بغداد، پاکستان کا سقوطِ ڈھاکہ، لیبیا میں عمر مختار کی شہادت، اٹلی کا غاصبانہ قبضہ، استعماری مقبوضات اور قضیہ کشمیر و فلسطین شامل نہیں کیونکہ ان علاقوں پر بہر حال مسلم اکثریت، حریت پسندی کی تحاریک یا اب اسلامی حکومت کا تسلسل انہیں زوال زدہ علاقوں میں شامل نہیں کرتا۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کا زوال:

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے فاتحین، بزرگانِ دین اور تاجر۔ فاتحین میں محمد بن قاسم([3])، محمود غزنوی([4]) اور سلطان غوری([5]) قابلِ ذکر ہیں۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنے والی ہستی خاندانِ غلاماں کے قطب الدین ایبک([6]) تھے جن کی سلطنت آخری حکمران کیقباد کی شراب نوشی، غفلت، عیش کوشی اور بیماری کے سبب 1290ء میں خاندان خلجی کو منتقل ہوئی۔ خاندانِ خلجی کا زوال بڑا عبرتناک ہے علاؤالدین کی مذہبی خود سری مطلق العنانی، جانشینوں کی عدم تربیت، آقائے نعمت اور مربی چچا سے احسان فراموشی، جنونیت اور ملک کافور پر حد سے زیادہ بھروسے نے یہ دن دکھایا کہ خلجی خاندان کی بیگمات بھی پنچ ہندوؤں کے حرم میں داخل ہوئیں۔ علاؤالدین کے ایک نیک صفت جرنیل غیاث الدین نے خاندانِ خلجی سے نمک حلالی اور غیرتِ اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 1325ء میں دلی پر دوبارہ اسلامی قبضہ بحال کیا۔([7]) لیکن اس کے جانشین امیر تیمور کے حملے([8]) میں کسی اسلاف کی روایت کی پاس داری نہ کر سکے۔

سادات اور لودھی خاندان کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا اقتدار کا ہما خاندانِ مغلیہ کے سر پر بیٹھا اور گو مغل سلطنت اسلام کی مطلوبہ حکومتِ الٰھیہ کی نمائندہ تو نہیں تھی لیکن عنانِ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور اصل میں مغلوں کا زوال ہی اسلامی

---

[3] Died in 715AD

[4] Died in 1030AD

[5] Died in 1206AD

[6] Died in 1210AD

[7] Zia ud Din Berni, Tareekh e Feroz Shahi (Ali Garh: Department of History, Muslim University, 1957), 177.

[8] Zia ud Din Berni, Tareekh e Feroz Shahi, 23.

سیاست حکومت کا زوال ہے جس نے مفتوحہ ہندوستان سے ہمیشہ کے لیے مسلم اقتدار کا جنازہ نکال دیا۔ مغلوں کے زوال کے درجِ ذیل اسباب تھے: سیاسی اسباب، اخلاقی اسباب، معاشرتی اسباب اور معاشی اسباب وغیرہ

سیاسی اسباب میں سکھوں، مرہٹوں کا عروج، نااہل حکمران، اکبر کی بے جا ہندو نوازی یا اسلام بیزار پالیسیاں، جذبہء حریت و جہاد کا خاتمہ منصب داروں، سپہ سالاروں کی نالائقیاں، غفلتیں، جاہل مشیر، سیاست میں خواتینِ حرم کا دخل، کمزور افواج، نادر شاہ درانی، احمد شاہ ابدالی کے بیرونی حملے اور مغربی اقوام کی اقتدار کے لیے توڑ جوڑ شامل ہیں(9)

معاشی اسباب میں انگریزوں کی لوٹ کھسوٹ، کمپنی کی مالی بدعنوانیاں، وسائل پر اغیار کا قبضہ، لمبے چوڑے حرم اور کمپنی کے وظیفہ خوار بادشاہ شامل ہیں۔(10)

اخلاقی اور معاشرتی اسباب کی فہرست طویل ہے لیکن ان کا سب سے بڑا سبب دین سے دوری و بیزاری ہی بنتا ہے اورنگزیب عالمگیر کے جانشینوں کو مجوسی کلمہ گو کہا گیا۔ عیش عشرت، بے راہروی، جھوٹ، بدکرداری، طاؤس ورباب اول، بزدلی۔۔۔ سب کا بنیادی سبب، ضعفِ دینی ہے۔ علاوہ ازیں جاہل معاشرہ، مسلمانوں کا اقلیت ہونا، مستقبل کا عدم ادراک، نئے علوم اور سائنس سے بے اعتنائی، عوامی بے حسی اور عدم اتحاد وغیرہ(11)

<u>اندلس میں مسلمان حکومتوں کے زوال کے اسباب</u>

اندلس کا جغرافیائی محلِ وقوع براعظم افریقہ سے قربت کی وجہ سے بڑا پرکشش تھا علاوہ ازیں خوش قسمتی سے مسلمانوں کو موافق حالات بھی میسر آئے جس وجہ سے اندلس یا سپین بہت آسانی سے اسلامی مقبوضہ بنا۔

اندلس میں مسلمانوں کا داخلہ

اندلس میں مسلمانوں کی تاریخ کو ہم پانچ واضح ادوار میں منقسم کرتے ہیں، پہلا دور طارق بن زیاد کی آمد سے شروع ہوتا ہے اور 755ء تک جاتا ہے۔(12) دوسرا دور عبد الرحمٰن اول سے شروع ہو کر آخری اموی حکمران یا خلیفہ ہشام المؤید تک جاتا ہے ۔۔۔ جو 1036ء میں مر گیا یا غالباً قتل کر دیا گیا۔۔۔۔ تیسرا دور المرابطین کا ہے یوسف بن تاشفین کو مسلمانوں کی مدد کے لیے اندلس آنا پڑا۔۔۔۔ چوتھا دور موحدین کا ہے یہ مختصر اور ہنگامہ خیز دور ہے۔ یہ لوگ بھی شمالی افریقہ سے المرابطین کے قدموں کے نشانات پر قدم رکھتے ہوئے آئے تھے اور بنیادی طور پر خالی مجاہد تھے منتظم نہیں تھے۔ ان کا دور 1212ء تک چلا۔(13)

---

9 Sheikh Muhammad Akrem, Rud e Kosar, Delhi: ND, Adbi Dunia, PP: 528،529،530،599،602 ; The Mughal Empire, John F Richards, Cambridge:1995, Cambridge University Press, PP:84,85; RP Tripathi, Mughlia Sultanet ka Urooj o Zawal, Translated by Riaz Ahmed Khan Sherwani, New Delhi:1980, Qoumi Counsil beraey Farooghe Zubane Urdu, PP:500, 501,532; Zakaullah Molvi, Tareekh e Hindustan, Delhi:ND, Metba Shamsul Mutabe, vol:9, PP:80,88,89,vol:10, PP:242,245,281,301.

10) Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk (Lahore: Al Faisal Nashran e Kutub, 2005), 329.

11 Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk, 338 .

12 Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk, 97.

13 Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk, 97-98.

اس دور کے بعد مسلمان دو مراکز میں تقسیم ہو گئے قرطبہ اور غرناطہ۔ سقوطِ قرطبہ: قرطبہ جو اندلس میں مسلمانوں کا مرکز تھا مسلمانوں کے ہاتھوں سے 1236ء میں نکل گیا۔

سقوط غرناطہ: جنگِ طولوشہ کے بعد مواحدی خلیفہ اپنی جان بچا کر اندلس سے فرار ہو گیا اور مقامی مسلمان، عیسائیوں سے لڑنے کی بجائے آپس میں لڑنے لگے۔ غرناطہ کے لیے ابنِ ھود اور ابنِ احمر آپس میں لڑنے لگے اشبیلیہ میں یحیٰ، بلنسیہ میں مروان نے اپنی اپنی امارت کا اعلان کیا اور یہی حال مرسیہ اور المیریا کا تھا۔ 1342ء تک غرناطہ کے سوا تمام اندلس اہلِ کلیسا کے قدموں میں پڑا تھا۔ غرناطہ میں ابن ھود کے بعد بنی الاحمر کی حکومت قائم ہوئی اور یہ حکومت اندلس کے کل رقبے کے صرف دسویں حصے پر مشتمل تھی۔([14])

اندلس میں مسلمانوں کے زوال کے عمومی و خصوصی اسباب:

مسلمانوں کا عدم اتحاد / باہمی خانہ جنگیاں:

بربری اور شامی جھگڑے تو اندلسی مسلمانوں میں موسیٰ اور طارق کے زمانے سے ہی شروع ہو چکے تھے۔([15]) بعد ازاں مواحدین کی خلافت کے خاتمے کے بعد اسلامی اندلس کی مختلف چھوٹی بڑی مملکتیں آپس میں ٹکرانے لگیں۔([16])

عیسائیوں کا اتحاد:

عیسائیوں کے ٹڈی دل ملکہ ازابیلا اور فرڈینینڈ کی قیادت میں متحد ہو چکے تھے۔([17])

حکمرانوں میں جوہر مردانگی کا فقدان:

ابو عبداللہ نے جس نے اپنے باپ کے خلاف اقتدار کے لالچ میں بغاوت کی اپنے چچا الزاعل کے ساتھ جنگیں لڑیں، مردوں کی طرح لڑنے کی بجائے الحمرا کی چابیاں عیسائیوں کے حوالے کر دیں اور عورتوں کی طرح آنسو بہاتا ہوا اپنی جاگیر ابشارات کی طرف چلا گیا جہاں سے جلد ہی اسے خوار ہو کر نکلنا پڑا۔([18])

مسلمانوں کے زوال کے عمومی اسباب میں عیش و عشرت، شراب نوشی، موسیقی، طاؤس و رباب، سفید فام کنیزوں سے بھرے حرم، اتحاد کی کمی، باہمی منافرت، غیر مسلم عورتوں کا حرم میں داخلہ اور ان کی اولادوں کا حصول اقتدار کے لیے باہم لڑنا، نسلی تعصب، جاگیرداری، سازشیں، قحط الرجال اور مضبوط مرکزی حکومت کی عدم موجودگی تھے۔([19])

عصر حاضر میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب:

دورِ حاضر میں ملتِ اسلامیہ گوناگوں مسائل سے دوچار ہے اور ملت کے اہم ترین ممالک کو سنگین بحرانوں کا سامنا ہے۔ آج کل غزہ کے مسلمان جس مشکل ترین صورتحال سے گزر رہے ہیں اس نے عدل پسند باضمیر مغربی عوام کی بھی آنکھیں کھول دی ہیں

[14] Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk, 128.

[15] Syed Muhammad Ahmed, Tareekh e Spain, Lahore, 2009: Mushtaq book Corner, 89.

[16] Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk, 232.

[17] Khalafet e Andulus, Nawab Zulfiqar Bahadur Jang, Haider Abad, ND: Publisher Darut Taba,a Sarkar e Aali, 223.

[18] Mian Muhammad Afzal, Saqoot e Baghdad say Saqoot e Dahakah tuk, 289-301.

[19] See Abdul Qawwi Zia, Tareekh e Andulus (Haider Abad: Educational Book Depot, 1957), 905-930.

،لیکن مسلمان حکومتیں اپنی بے حمیتی، ذہنی افلاس اور معاشی غلامی کی وجہ سے محض بیان بازی پر اکتفا کر رہی ہیں۔ زوال کے اس تاریک دور میں بھی مسلمان بطورِ ملت کچھ کرنے کو آمادہ بھی ہوں اپنی حکومتیں ہی ان کا گلا دبانے کے لیے اہلِ مغرب کے خیر خواہ ایجنٹ کا کردار ادا کرتی ہیں۔ بہر حال زیر میں زوال کے کچھ عصری اسباب ہیں۔

i) **ملی تشخص سے دوری:**

فی الوقت بالعموم مسلمانوں کو اپنی انفرادی زندگیوں میں کوئی سنگین پریشانی لاحق نہیں ہے، اس وقت ان کا بنیادی مسئلہ ملی، اجتماعی اور قومی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل تو ملت کا کوئی مربوط سیاسی مرکز موجود نہیں ہے، ملت کے نام پر اجتماعی مفادات کا کوئی خاص شعور موجود نہیں اور اگر حادثاتی طور پر ایسا کوئی ڈھانچہ بن گیا ہے تو وہ کارگہِ عمل میں متحرک نہیں ہے۔ بالعموم مسلمان اپنے ملی تشخص سے ناآشنا ہیں۔ اس کے بالمقابل ملتِ کفر اپنی کامیابی اور برتری کے لئے ایسے ایسے وسائل بروئے کار لا رہی ہے کہ اعداد و شمار اور حقائق ہماری نگاہوں کو خیرہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

ii) **سامراجی نظام کی باقیات اور ذہنی غلامی:**

مسلم ممالک کی اکثریت کم وبیش انیسویں صدی کے نصف آخر میں سامراجیت سے آزاد ہوئے، لیکن ان ممالک کی ذہنی غلام اشرافیہ نے اقتدار پر قبضہ کیا۔یہی حقیقی قیادت کا فقدان یا ذہنی و تہذیبی غلامی عالمِ اسلام کا اہم مسئلہ ہے۔ یہ لوگ آزادی کی تعبیر اپنے مفادات کے مطابق کرتے ہوئے اپنے عوام کو مغالطہ میں مبتلا رکھنے میں کامیاب رہے جیسے پاکستان کے مذہب بیزار مٹھی بھر سیکولر یہ پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا۔ ان ملکوں کے اقتدار پر قابض استعماری عناصر کی ذہنی باقیات تھے۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کی وجہ سے کمزور ہو جانے کے بعد سامراج واستعمار نے واپس لوٹنا ہی تھا، لیکن جاتے ہوئے اُنہوں نے اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دیا جو ان کے طرزِ فکر کے حامی اور مستقبل میں ان کے مفادات کے محافظ تھے۔ سامراجی ان آزاد کردہ ممالک پر ایسا طبقاتی نظام مسلط کر کے گئے جن سے ان کے مفادات و تسلط کا تسلسل برقرار رہے۔ برائے نام آزادی حاصل کرنے والے ممالک میں مقتدر طبقوں کی اصلاح کے لیے اسلام پسند جب بھی آگے بڑھے تو ان کو دبایا گیا اسی لیے کہیں بھی ترقی واحیا اور اسلام کے نفاذ کی کوئی تحریک اقتدار کی قوت و تائید حاصل نہ کر سکی۔

iii) **سرد جنگ کے اثرات اور جذبہ سرفروشی کی بیخ کنی کی پالیسی:**

مغرب دوسری جنگِ عظیم کے بعد چالیس برس تک آپس میں شدید نظریاتی اور سرد جنگ کی کیفیت سے دوچار رہا، اس دوران ملتِ کفر ہی دو بلاکوں میں منقسم ہو کر باہم برسرپیکار رہی۔ اس موقع سے مجموعی طور پر ملتِ اسلامیہ نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا گیا بلکہ اسلامی ممالک روسی یا امریکی بلاکس کا مہرہ بن کر تعاون کرتے اور اپنے مسائل میں اضافہ کرتے رہے اور بعد میں مغرب اور امریکہ نے افغانستان کی صورتحال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے مخالف کو زیر کیا۔ اس کے ساتھ ہی عالم اسلام کی اصل تقویتی روح کا ادراک کر لیا اور پالیسی یہ اختیار کی جہاں بھی سیاسی اسلام، جذبہ جہاد یا اتحاد سر اٹھاتا ملے اس ملک کو برباد کر دیا جائے ایران عراق جنگ، خلیج

جنگ، عراق، شام، تیونس، مصر۔۔۔ کئی مثالیں ہیں۔ آج بھی مغربی سامراج کا یہی اصول ہے کہ اپنا اسلحہ بیچنے اور اس کی آزمائش کے لیے مشرقی میدانوں بالخصوص عالمِ اسلام کا انتخاب کیا جائے اور مسلم دنیا میں کہیں بھی سیاسی اسلام انتخابی راہ سے بر سر اقتدار آنے لگے تو اس کا راستہ روک دیا جائے۔

iv) مغربی اجارہ داریاں اور معاشی بدعنوانیاں:

مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب اہل مغرب کی تجارتی اجارہ داریاں، معاشی بدعنوانیاں اور غیر اخلاقی لوٹ کھوسٹ ہے جس کی وجہ سے کالونیلزم کا آغاز ہوا تھا۔ آج بھی اہل مغرب کی بیسیوں تنظیمیں ہیں جو اپنی تہذیب، تجارت، معیشت اور نظریات کے فروغ کے لئے دن رات متحرک ہیں۔ جی 8 یا جی 20، ورلڈ بنک آئی ایم ایف، تہذیب وثقافت اور تعلیمی عالمی کانفرنسیں، عالمی میڈیا، اقوامِ متحدہ، یہ تمام ادارے انجمنیں اپنا مفاد پرست ایجنڈا محکوم اقوام اور ملتِ اسلامیہ پر مسلط کرنے کے لئے ہر لمحہ صرف کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ ہوں یا معیشیت، صحت ہو یا صنعت، تعلیم ہو جدید ٹیکنالوجی ،ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ملکوں کا کھلا استحصال کر رہے ہیں۔ ان کے اپنے مفاد اور معیار ہیں، ان سازشوں اور اقوام متحدہ کی کارکردگی کا حاصل یہ ہے کہ جنگوں اور معاشی یا"سفارتی استعمار" کے نام پر تیسری دنیا کے ممالک کو ان کا نشانہ بنا دیا گیا ہے۔ آج کے عالمی ذرائع ابلاغ کا موضوع ان کے اپنے ممالک ہونے کی بجائے اکثر مسلم دنیا کے ایسے خطے ہیں جو اُن کے لئے تزویراتی اعتبار سے انتہائی اہم ہیں۔ آج جنگ وجدل کے ساتھ ساتھ ثقافتی دہشت گردی اور بدامنی اِن کم ترقی یافتہ خطوں کا مقدر بنی ہوئی ہے۔

v) وسائل پر قبضے کی جنگ اور اندرونی معاملات میں مداخلت:

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے ملتِ اسلامیہ کفار کے حملوں کا نشانہ ہے۔ خلیج کی جنگ سے لے کر افغان و عراق جنگ اور حالیہ مزعومہ دہشت گردی کے خلاف ایک منظم عالمی جنگ مسلمانوں کا مقدر بنی۔ ملتِ اسلامیہ کے نمایاں ممالک پچھلے دو عشروں سے مسائل کا شکار اور مادی و نظریاتی جنگ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ دورِ حاضر کا اہم ترین مسئلہ دنیا کی طاقتور اقوام کا کمزور ممالک پر ظلم وستم ہے جو صرف عسکری جارحیت ہی نہیں بلکہ معاشی و ثقافتی استحصال بلکہ کے نت نئے طریقوں میں بھی ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ یہ معاملہ اس وقت سنگین تر ہو جاتا ہے جب ظالم اقوام، دشمنی اور غیریت کی بجائے اپنائیت اور دوستی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو دشمن کی بجائے جمہوری، مہذب، انسانیت کا خیر خواہ اور اخلاق وکردار کی اعلیٰ اقدار کے حامل ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن عملاً عدم مساوات، لوٹ کھسوٹ، ظلم وستم اور جبر وقہر اور اپنے مفادات کو مدنظر رکھتی ہیں۔

vi) ابلاغی جنگ اور امت میں اتحاد کی کمی:

امت میں اتحاد اور قوتِ کار کی کمی اور اغیار کی سالوں کی منظم منصوبہ بندی نے اپنے ہمہ جہتی ابلاغی ادارے مضبوط کر لیے ہیں کہ ہر میدان میں ناکامی ہمارا مقدر ٹھہرتی ہے۔ اگر مسلم اُمہ پر کوئی ظلم ہو، مثلاً توہین رسالتؐ پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت کا مسئلہ وغیرہ تو اس پر اُمتِ مسلمہ جو بھی ردعمل کرے، اس کا فوری اور خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر اس کو گوارا سمجھ کر خاموشی اختیار کی

جائے تو یہ ملی بے حمیتی اور بے انصافی ہے اور اگر احتجاج کیا جائے تو وہ روک تھام کے لیے موثر نہیں ہوتا۔ ڈائیلاگ کے لیے موثر پلیٹ فارم نہیں ملتے۔ توڑ پھوڑ اور جارحیت و تشدد کئے بغیر ہماری حکومتیں عوامی رائے کی طرف متوجہ نہیں ہوتیں لیکن اس سے اَملاک کے نقصان اور اقوامِ عالم میں مسلمانوں کے متشدد و غیر مہذب قوم ہونے کا تاثر اُبھرتا ہے۔ اگر ہمارے حکمران عالمی سطح پر احتجاج کرنے پر آمادہ بھی ہوجائیں تو اس کی کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ غزہ کی اندوہ ناک صورتحال پر کئی بار مختلف حکمرانوں نے سفارتی احتجاج ریکارڈ کرایا اور عالمی طاقتوں سے ظلم کے خاتمے کی درخواستیں کیں تو وہ خاطر خواہ ثابت نہیں ہوئیں۔ توہین رسالت کے مختلف سوانح کے موقع پر یہ دیکھنے کو ملا کہ اپنی تمام تر مغربی اشاعتی اداروں اور میڈیا کی پہل اور شر انگیزی کے باوجود مسلمان امت کی تشویش، ردعمل اور احتجاج بے اثر رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب اپنی منصوبہ بندی، ترقی اور اجارہ داری میں اس حد تک آگے نکل چکا ہے کہ ہمارے ہر قسم کے ردّ عمل کو اپنا مفہوم دینے کی قدرت اس کے پاس موجود ہے کیونکہ ہماری زبان واظہار عالمی سطح پر اپنے اظہار کے لیے ان کے ذرائع کی محتاج ہے۔ ہمیں ابلاغی جنگ میں مہارت حاصل کرنا ہوگی اور مقصد حیات سے غافل کردینے والی بے مقصد جدید ابلاغیات سے شباب کو بچانا ہوگا۔

تجاویزات اور سفارشات:

i) ایسی صورتحال میں وقتی ردعمل پر مبنی کوئی موئثر حل پیش کرنے کی بجائے ضرورت اس امر کی ہے کہ احیائے ملی اور اُمہ کے تشخص کے تحفظ کے لئے طویل المیعاد لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔

ii) اپنے سیاسی دینی اخلاقی اور فوجی مفادات کا تعین کرکے ان کے حصول کی طرف پیش قدمی کی جائے اور اس کے لئے دیگر ممالک میں ایک مقابل گروپ بندی کرکے مظلوموں کمزور اقوام کو منظم کیا جاسکتا ہے۔

iii) تساہل، عیش کوشی سے اجتناب کرکے محنت جفاکشی کو شعار بنایا جائے ذاتی مسائل سے بلند ہوکر ملی و قومی مفادات کا تعین کرکے ان کے لئے محنت کی جائے۔

iv) مسلم اُمہ معدنی اور انسانی وسائل سے مالامال ہے لہذا ان وسائل کو مربوط کیا جائے

v) معیشت کے استحکام اور سامراج کی معاشی غلامی سے رہائی کی طرف توجہ دی جائے۔ ہماری پالیسیاں بنانے کا اختیار ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ پہلے اہداف کا تعین کرکے ایک لائحہ عمل تشکیل دیا جائے پھر سفارتی لابنگ، سیاسی کوششوں اور جوابی اقدامات کی طرف توجہ دی جائے۔

vi) اپنی ترقی اور استحکام کے لئے سنجیدہ غور وفکر اور پرعزم کدوکاوش پر آمادہ ہوا جائے۔ استحصالی ڈپلومیسی کی نفی کی جائے۔ جدید تعلیم اور ٹیکنالوجی کی مہارت وقت کی آواز ہے۔ اہلِ مغرب کی ثقافتی نقالی سے بچا جائے۔ احساس، شعور، جدوجہد اور پرعزم کاوش، دوستی، عدل، قانون پسندی، محنت اور اہل ہنر سے انصاف کا وطیرہ اختیار کرلیا جائے۔

دائمی، قوی تر، متوازن اور حقیقی کامیابی و کامرانی تبھی ملے گی جب دینِ اسلام کی تعلیمات اور اصولوں پر عمل پیرا ہوا جائے گا ورنہ دونوں جہانوں کا خسارہ ہے۔

حرفِ آخر:

مسلم حکومتوں کے زوال کے اسباب پر تحقیق کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ زوال کسی بھی قوم یا حکومت کا مقدر ہو سکتا ہے، اگر وہ اپنے اصولوں اور اقدار سے انحراف کرے۔ ماضی کی طرح آج بھی امت مسلمہ کو اپنے ملی تشخص، دینی اور معاشرتی اقدار کو مضبوط کرنا ہو گا۔ مغربی اجارہ داریوں اور سامراجی ذہنیت کے اثرات سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلم ممالک اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور خارجی طاقتوں کی مداخلت کو روکنے کے لیے مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں۔

آج اکیسویں صدی میں اُمتِ مسلمہ اقوامِ عالم میں اپنا تعارف ایک بدتر شناخت سے پیش کر رہی ہے۔ دین اسلام کے نام لیواؤں کا رویہ اور کردار، بالخصوص اجتماعی اور ملی رجحانات اُمتِ محمدیہ کے روشن ماضی اور تابناک چہرے کو داغ دار کرنے کے لئے کافی ہیں۔ آج کی اُمتِ مسلمہ کے حکمران اور عوام ورعایا کو دیکھ کر اپنی قوم کے ہونے والے زوال کی وجوہات بآسانی سمجھی جاسکتی ہیں۔

ہمیں ہر سطح پر بیداری کی ضرورت ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں کام کرنیوالے قابل عناصر کی حوصلہ افزائی اور ان کو تائید و تقویت دے کر اپنا قومی مزاج بدلیں۔ دنیادار خوشامدیوں، موقع و مفاد پرستوں، کاہل غفلت کیشوں کو پیچھے ہٹا کر اُمتِ محمدیہ کی قیادت کیلئے باشعور اور باعمل مسلمانوں کو آگے بڑھانا ہو گا۔ تب ہی ہماری قوم کا مزاج بدلنے کے لیے سب سے پہلے احساس اور شعور کی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جس کے نتیجے میں ہی قوتِ عمل کی تحریک پیدا ہو گی، تب کامیابی مسلم اُمہ کا مقدر ٹھہرے گی۔